رہے سلامت تمہاری نسبت

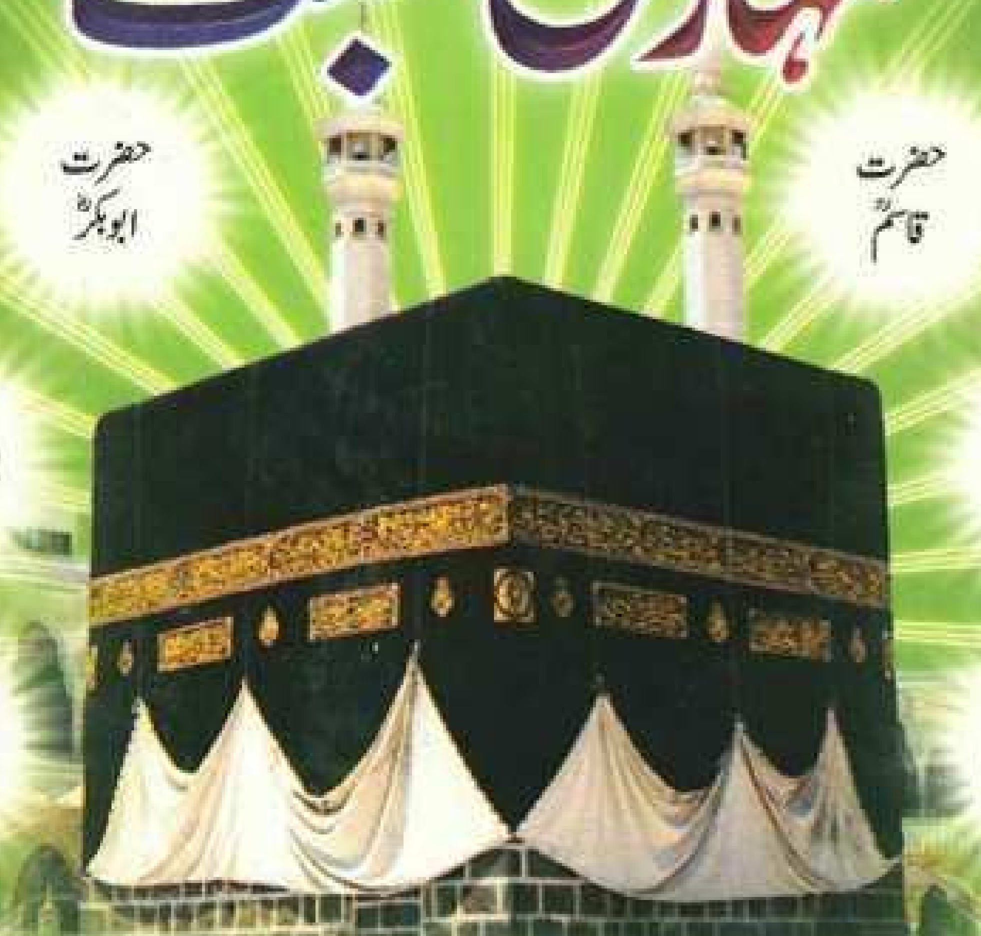

حضرت قاسمؒ

حضرت ابوبکرؓ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

حضرت یعقوب چرخیؒ

حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ

حضرت عبدالمالک صدیقیؒ

حضرت خواجہ محمد معصومؒ

حضرت غلام حبیبؒ

حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت فضل علی قریشیؒ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

دارالکتاب دیوبند

باب 9

حفاظت نسبت کے رہنما اصول

پہلے وقتوں میں مشائخ عظام اپنے تربیت یافتہ سالکین کو دعوت وارشاد کے منصب پر فائز کرتے تھے تو ان کو کچھ وصیتیں کیا کرتے تھے اور ان پر ساری زندگی کاربند رہنے کا عہد لیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی باقی زندگی نسبت کے اس نور کی حفاظت کر سکیں۔ اہل ارشاد اور مقتداء حضرات کی رہنمائی کیلئے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے وہ عہد جو انہوں نے اپنے مشائخ سے کئے اور اپنی ''کتاب البحر المورود فی المواثیق والعہود'' میں درج کیے ہیں بیان کیے جاتے ہیں۔ یہاں کے فقراء کو چاہئے کہ ان عہدوں کو پڑھیں اور ان پر گامزن رہنے کا عہد کریں تاکہ اکابر سے ایک نسبت قائم ہو سکے۔ یہاں پر وہ عہد درج کیے جا رہے ہیں جو ان حضرات کے مناسب حال ہیں۔

(۱) اپنے آپ کو ہر مسلمان سے کم سمجھیں

اپنے پاس بیٹھنے والے ہر مسلمان سے اپنے آپ کو کم سمجھیں اگرچہ کوئی مسلمان بدحالی میں کیسا ہی انتہا کو پہنچ گیا ہو، مگر ہم اپنے نفس کو اس سے کم ہی سمجھیں، تمام سلف صالحین کا یہی مذاق تھا۔

وہب بن منبہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ اس وقت تک متواضع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر لوٹنے تک کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھے۔ اور عمرو بن بجید" فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کی طرف عبدیت کا کوئی درجہ اس وقت تک منسوب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی تمام طاعات کو ریا اور تمام حالات و کیفیات کو جھوٹے دعوے نہ سمجھے۔

اور سیدی علی خواص" فرماتے تھے کہ تکبر و رعونت والوں میں سے کوئی اس بات میں شک کرے کہ اس کا نفس اس کے پاس بیٹھنے والوں سے کمتر ہے اس کو چاہئے کہ اپنی تمام لغزشوں اور گناہوں کو جو اتنی عمر میں اس سے سرزد ہوئی ہیں اپنے نفس کے سامنے پیش کرے، پھر ان کا ان نقائص سے مقابلہ کرے جو اس کے پاس بیٹھنے والے کے اندر اس کے علم میں ہیں تو اپنے گناہوں کو پاس بیٹھنے والے کے نقائص سے یقیناً زیادہ پائے گا۔ کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کے نقائص کو دوسروں کے نقائص سے زیادہ جانتا ہے اور جو گناہوں سے اپنے ہمنشین سے بڑھا ہوا ہو مرتبہ میں بھی یقیناً اس سے کمتر ہو گا۔

لہٰذا کیا حق ہے کہ اپنے آپ کو اس سے افضل سمجھے۔ بعض لوگوں کو جب دوسروں کے گناہوں کا پوری طرح علم نہیں ہوتا تو یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اس کے گناہ بھی بہت ہوں گے۔ کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ صرف گمان کی بنا پر اپنے پاس بیٹھنے والے کو کثرت معاصی میں اپنے نفس پر قیاس کرے اور سمجھے کہ اس شخص سے یہ بعید ہے کہ ان گناہوں سے بچا ہوا ہو جو مجھ سے سرزد ہوئے اس لئے کہ یہ بدگمانی ہے۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ کسی کو دوسرے کے عیوب اپنے عیوب سے زیادہ معلوم ہوں تب بھی اس کو لائق یہی ہے کہ دوسرے کے عیبوں پر نظر کرنا چھوڑ دے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے

خوف خدا میں مشغول ہو، اگرچہ کہ دوسروں کے گناہ شمار میں کم ہی ہوں۔ کیونکہ ہر مکلف کے لئے اپنے گناہوں کی وجہ سے اہتمام کے ساتھ خوف خدا کو دل میں جگہ دینا دوسروں کے گناہوں کو شمار کرنے کی فکر میں پڑنے سے زیادہ بہتر ہے۔ خصوصاً جب کہ یہ بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ کس بات پر مؤاخذہ کریں گے اور کس گناہ سے چشم پوشی فرمائیں گے۔ ممکن ہے کہ خدا اس کو معاف کردے اور تجھ سے مؤاخذہ کرے۔

فرض کریں کہ آپ کے اندر بہت سی خوبیاں ہیں اور کوئی عیب نہیں اور دوسرے شخص میں کوئی بھی خوبی نہیں اور تمام عیوب موجود ہیں۔ تب بھی آپ اپنے آپ کو اس سے افضل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ **الاعمال بالخواتیم** اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے، آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا خاتمہ انہی اعمال پر ہوتا ہے یا تقدیر میں کچھ اور لکھا ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو شخص اس وقت سرتاپا گناہ میں مبتلا ہے اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے اور وہ آپ سے مرتبہ میں اللہ کے نزدیک اعلیٰ ہو جائے۔ لہٰذا کبھی اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ نہ سمجھنا چاہئے اور یہ خیال کر لینا چاہئے کہ جس خدا نے دوسرے شخص کو نیک اعمال کی توفیق نہیں دی وہ اس پر قادر ہے کہ ہم سے نیک اعمال کی توفیق سلب کر کے اس کو دیدے۔ بڑائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو زیبا ہے بندہ کو عاجزی وانکساری ہی میں نجات ہے۔ تواضع ہی اصل عبادت ہے کیونکہ عبادت غایت ذلت کو کہتے ہیں۔

(۲) اگر ہم کو اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہو تو اپنے نفس کو بلاؤں اور تکالیف کیلئے آمادہ کرلیں

اگر ہمارا نفس اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش کرے تو اس کو

تکالیف اور بلاؤں کے برداشت کرنے کیلئے پختگی کے ساتھ آمادہ کرلیں۔ نیز اس بات کے لئے بھی کہ ہمارے اوپر آشنا اور نا آشنا ہر ایک کی طرف سے مخالفت کثرت سے ہوگی۔ کیونکہ یہ باتیں ہر اس شخص کو پیش آتی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ منتخب اور برگزیدہ فرمانا چاہتے ہیں۔

اے عزیز! تجھ سے یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہئے کہ قوم صوفیہ کی آبرو کے پیچھے جو اکثر لوگ پڑے رہتے ہیں اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ ان حضرات میں سے ہر ایک دربار الٰہی میں داخل ہونے کی تمنا رکھتا ہے اور اس دربار میں داخل ہونا اس شخص کے لئے حرام ہے۔ جو مخلوق کی نگاہوں میں کوئی بھی مرتبہ اپنے لئے چاہتا ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان پر مخلوق کو مسلط فرماتے ہیں اور مخلوق جھوٹ اور بہتان سے اس کو بے عزت کرتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو کسی طرف بھی سیلان نہیں رہتا اور اس وقت لا محالہ وہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور صرف اسی کے پاس مرتبہ قرب کے طالب ہوتے ہیں ایسی حالت میں حق تعالیٰ شانہ ان کو خاص اپنا بنا لیتے ہیں۔

(۳) جب مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں۔

جب ہم مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو شیطان سے پہلے سے زیادہ ڈرتے رہیں اور بچتے رہیں۔ کیونکہ بندہ جب دربار خداوندی میں قرب حاصل کرلیتا ہے تو اس کی دشمنی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ طالبین اپنی ترقی کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب شیطان سے محفوظ ہوگئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے وساوس کبھی منقطع نہیں ہوتے بلکہ اس وقت وہ ایسے باریک اور دقیق وساوس ڈالتا ہے جن کو سوائے اس شخص کو جن کو اللہ نے ہدایت دی ہو کوئی نہیں سمجھتا۔

(۴) کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی حق ادا کر دیا

کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے نفس نے رات دن میں حق تعالیٰ کا کوئی بھی ضروری حق ذرہ برابر بھی کچھ ادا کیا ہے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ہم اپنے نور ایمان سے یہ سمجھ لیں کہ ہمارے جتنے بھی کام ہیں شروع سے لے کر آخر تک سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بھلا غور کریں کہ غلام کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے سب اس کے آقا کا عطیہ ہوتا ہے اگر وہ اس کو آقا کی خدمت میں پیش کر کے یہ سمجھ لے کہ میں نے اس کا حق ادا کر دیا تو اس سے زیادہ بیوقوف دنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو آقا سے بھی زیادہ تعلق ہے۔ پیدا اس نے کیا، ہوش و حواس، عقل و تمیز، بینائی شنوائی، ہاتھ پیر غذا و غیرہ سب اسی کی دی ہوئی ہیں جن کے سہارے ہم کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال کر لیتے ہیں، پھر حق کس چیز سے ادا کیا۔

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا

(۵) جملہ افعال میں توحید خالص کا استحضار رہے

اپنے اقوال اور اعمال و افعال میں توحید خالص کا استحضار رہے۔ مثلاً کبھی یوں نہ کہیں کہ فلاں چیز میری ہے۔ یا جیسے ہماری مرضی۔ ہاں مجازاً یا بھولے سے ایسی بات ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ **واعبدو اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً** خدا کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اس میں اللہ تعالیٰ نے شیئاً ارشاد فرمایا کسی شے کو متعین نہیں فرمایا۔

حقیقتاً ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے انتظام کے تحت لوگوں کو اس کا

قبضہ دیا ہوا ہے۔ اگر کسی نے آپ کی ملک والی چیز بغیر اجازت کے لے لی یا چوری کر لی تو یہ نہ سوچیں کہ اس نے میری چیز لے لی اب میں اس کا مؤاخذہ کرتا ہوں بلکہ یہ سوچیں کہ اس نے بادشاہ کے انتظام میں خلل ڈالا ہے لہٰذا میں قانون شریعت کی وجہ سے اس کا مؤاخذہ کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک بزرگ نے دعا کی کہ اے اللہ تو نے توحید خالص پر مغفرت کا وعدہ کیا ہے، میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا لہٰذا میری بخشش فرما۔ ان کو الہام ہوا کہ وہ وقت یاد کریں جب آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو آپ نے کہا کہ میں نہیں پیتا کہ اس سے مجھے ضرر نہ پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کلمے پر گرفت فرمائی کہ ضرر پہنچنے کو دودھ سے منسوب کر دیا تھا۔

(۶) اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کیے ہوئے کام ہیں

اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کیے ہوئے کام ہیں بلکہ صرف خدا کے فضل و احسان پر نظر کر کے ثواب طلب کیا کریں اور اس میں راز یہ ہے جو شخص اپنے نیک اعمال پر اس وجہ سے ثواب طلب کرے گا کہ اس نے خود یہ اعمال کیے ہیں تو اس کے لئے کچھ بعید نہیں کہ برے اعمال کی سزا دینے کے واسطے بھی قرار دیئے اعمال قائم کی جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ثواب چاہو تو محض اس کے احسان و فضل سے مانگو۔

(۸) اپنے آپ کو سرداری کیلئے آگے نہ بڑھائیں

کسی بھی امر میں اپنے آپ کو بطور قائد سردار اور ذمہ دار آگے نہ بڑھائیں۔ مثلاً

مشیخت ، امامت ، امارت اور تدریس وغیرہ میں اپنے بھائیوں کے تابع بننے کی کوشش کریں نہ کہ ان سے سبقت لے جانے کی۔ مگر اس صورت میں کہ وہ خود ہمیں آگے بڑھائیں یا ہماری پیش قدمی سے دوسروں سے بلاء اور مصیبت دور ہوتی ہو یا انہیں نیک کاموں کی رغبت ہوتی ہو تو پھر مضائقہ نہیں۔ کیونکہ نیک کاموں میں سبقت کرنے کا حکم دیا گیا۔ سید احمد رفاعیؒ کا قول ہے کہ ہمیشہ دم بن کر رہو سر بن کر نہ رہو کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے۔

(۸) کسی منصب کی تمنا یا کوشش نہ کریں

کسی منصب یا ذمہ داری کی تمنا نہ کریں اور نہ اپنی طرف سے اس کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر نظر رکھیں اور صبر کریں یہاں تک کہ خود ان سے اسے قبول کرنے کی درخواست نہ کی جائے۔ کیونکہ اگر اپنی کوشش سے کوئی منصب حاصل کرو گے تو تمہیں اس منصب حوالے کر دیا جائے گا اور اگر بغیر کوشش کے کوئی ذمہ داری ملے گی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت کی جائے گی۔

(۹) ہمیشہ یہ اعتقاد رکھیں کہ حق تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں

ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں اگر یہ اعتقاد رکھیں گے تو کسی معاملے میں بھی دل میں ناخوشی پیدا نہ ہوگی۔ اور جو شخص اس اعتقاد سے غافل رہے گا وہ ضرور تقدیر سے ناخوش ہوگا بلکہ بعض اوقات اعتراض کا مرتکب ہوگا۔

شبلیؒ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات کے

دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے کہ مجھے بخش دیا اور کسی بات پر عتاب نہیں فرمایا البتہ ایک بار میری زبان سے اتنی بات نکل گئی تھی کہ اس سال زمین کو بارش کی زیادہ ضرورت ہے، اس پر حق تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کہ اے جنید! تم مجھے خبر دینا چاہتے تھے۔ حالانکہ میں علیم وخبیر ہوں۔

(۱۰) تنگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی راضی رہیں جیسے فراخی کی صورت میں

جب ہمارے اوپر دنیا میں تنگی اور کمی کر دی جائے تو اس صورت بھی ہم اپنے پروردگار سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں ہم ان سے خوش رہتے ہیں۔ بلکہ وسعت کی حالت میں ڈرتے رہنا بھی چاہیے۔ کیونکہ دنیا کا کم ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت میں رکھنا چاہتے ہیں اور زیادہ ہونے میں اندیشہ ہے کہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں اور دفعتاً پکڑے جائیں۔

(۱۱) اپنے دل کو دنیا میں مشغول نہ کریں

اپنے دل کو دنیا میں مشغول نہ کرنا چاہئے۔ حتی الوسع لین دین اور جمع تقسیم کے معاملات سے دل کو فارغ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر کسی سے کچھ قرض وغیرہ لینا ہو تو زیادہ سختی نہ کریں۔ نرمی سے دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ دنیا آخرت میں مطالبہ نہ کریں۔ یہ سوچ لیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے نبی ﷺ کا امتی ہے۔ تو اللہ اور رسول عظمت کو سوچتے ہوئے اس سے زیادہ تقاضہ نہ کریں۔

(۱۲) دنیا اور اس کی لذات سے بے رغبتی اختیار کریں

دنیا اور اس کی شہوات ولذات کو بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھا کریں، ورغبت کی نگاہ

اس طرف نہ کیا کریں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا دنیا اس بوسیدہ ہڈی کی مانند ہے جس پر بہت سے کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوں۔ لہٰذا جو کوئی بھی دنیا میں رغبت کرے گا ضرور نجاست سے آلودہ ہوگا اور اس کو کتے کاٹیں گے اور اس پر دانت نکال کر بھونکیں گے۔ لہٰذا بڑی مصیبت اٹھانا پڑے گی۔

(۱۳) دنیا کی چیز پر مزاحمت نہ کریں

فقراء کو چاہئے کہ دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت، جھگڑا اور تکرار نہ کریں۔ کیونکہ دنیا پر جھگڑنے سے دلوں میں دشمنی اور نفوس میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ جان لیں کہ ہر وہ چیز جو نزاع اور تکرار سے حاصل ہو وہ دنیا ہے اگرچہ کہ بظاہر وہ دینی چیز محسوس ہوتی ہو۔ اس لئے کہ جو کام بھی خالص آخرت کیلئے ہوں ان میں جھگڑا اور نزاع نہیں ہو سکتا۔ اگر نزاع کی نوبت آتی ہے تو سمجھ لیں کہ اس میں دنیا کی آمیزش ضرور ہے۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ کی محبت کو دنیا کی محبتوں پر غالب رکھیں

اللہ تعالیٰ کی محبت کو دنیا کی تمام محبتوں پر غالب رکھیں۔ خواہ محبت مال کی ہو یا اولاد کی ہو یا ازواج کی ہو یا اصحاب (دوستوں) کی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے غیرت والے ہیں وہ اپنے مومن بندے کے دل میں کسی غیر کی محبت کو پسند نہیں کرتے۔ ہاں جن کی محبت کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جیسے انبیاء و ملائکہ علماء صلحاء اولیاء اللہ تو ان کی محبت اللہ کے حکم کی بجا آوری کیلئے ہے۔

صوفیاء کی اصطلاح میں غیر کی محبت سے مراد وہ محبت ہے جو وصول الی اللہ میں داخل نہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام اور اپنے مشائخ اور جملہ اولیاء اللہ سے محبت چونکہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی شمار ہوتی ہیں۔ ازواج و

اولاد سے اس قدر محبت جائز اور ضروری ہے جس سے ان کے حقوق ادا کرنے میں آسانی ہو۔ اس سے زائد محبت جس کی وجہ سے احکام الٰہی میں سستی اور فتور آنے لگے وہ نقصان دہ ہے۔

حضرت علی خواصؒ فرماتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ تمہارے بیوی بچوں کو اس لئے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں ان کی محبت جم گئی ہوتی ہے (اللہ تعالیٰ اس پر غیرت کھاتے ہیں) اور کبھی ان کی محبت کی وجہ سے خود تمہارے اوپر عتاب فرماتے ہیں۔

(۱۵) جس شخص کی عادت لڑائی جھگڑے کی ہو اس سے مناظرہ نہ کریں

جس شخص میں دیکھیں کہ اس کی طبیعت میں جوش زیادہ ہے اور لڑائی جھگڑے اور مناظرہ کرنے کی عادت ہے۔ اس سے مناظرہ نہ کریں اور اپنی بات کو دلائل سے منوانے کی کوشش نہ کریں۔ ایسے شخص کے سامنے جتنی مرضی معقول بات کی جائے اس کی کوشش ہمیشہ دوسرے کو نیچا دکھانے اور اور اپنی عقل وفہم کو صائب الرائے ثابت کرنے کی ہوگی۔

ایسے شخص سے بات کرنے سے پہلے کوئی ایسی حکمت عملی اپنائیں کہ اس کا جوش نفس آپ کیلئے نرم ہو چکا ہو۔ مشائخ جب کسی کو برے کاموں کا مرتکب دیکھتے تو اس شخص کو نصیحت کرنے سے پہلے اس کی اچھائیوں کو بیان کرتے اور درمیان میں اس کی خامیوں کو بیان کر دیتے اور کہتے کہ ان سے بھی بچ جاتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس طرح وہ شخص ان برائیوں سے اجتناب کرنے لگتا۔

سید ابوالحسن شاذلیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حق تعالیٰ کسی کو ایسی حسن تدبیر اور سیاست عطا نہ فرمائیں جس سے وہ نصیحت کے لئے ایسی تمہید قائم کر سکے کہ دوسرا آدمی

اپنی مصلحت اور خوبی سمجھ کر خود اس کام کے لئے سبقت کرنے لگے اس وقت تک کسی کو مسند نصیحت و وعظ پر بیٹھنا جائز نہیں۔

(۱۲) اپنے نصیحت کرنے والے دوستوں کو حکمت و تدبیر کے طریقے بتائیں

اپنے ان دوستوں کو جو وعظ و نصیحت پر مقرر ہیں۔ ان کو نصیحت میں سیاست اور تدبیر کے طریقے بتلاتے رہا کریں۔ کیونکہ بہت سے نصیحت کرنے والے بغیر سیاست اور تدبیر سے نصیحت کرتے ہیں تو اس سے بڑے فتنے پیدا ہوا جاتے ہیں جو اس گناہ سے بھی زیادہ شدید ہوتے ہیں جس کے لئے انہوں نے نصیحت کی تھی۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرمایا کرتے تھے کہ نصیحت کرنے کی شرط یہ ہے کہ نصیحت سے پہلے ایسی تمہید اٹھائی جائے جس سے دوسرا شخص خود بخود اس کام کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔

حضرت علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مسجد میں دیکھا کہ ایک شخص سے مسجد میں اپنے جوتوں کے نیچے کا حصہ بغیر آپس میں ملائے الگ الگ ہی مسجد میں لے گیا تو مسجد کے دربان نے اسے ان الفاظ سے ٹوکا او یہودی، او نصرانی، او کتے، او خدا سے نہ ڈرنے والے اپنے جوتوں کو آپس میں ملالے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا ہوا اور مقدمہ عدالت میں چلا گیا۔ اہل محلہ کی دو پارٹیاں بن گئیں اور باہم سب میں چپقلش پیدا ہوگئی، ہمارے محلہ میں عداوت پیدا ہوگئی، میں ان کے درمیان صلح کرانے سے عاجز ہوگیا حتیٰ کہ شعبان کی پندرہویں رات بھی ان کی صلح نہ ہو سکی حالانکہ اس رات کے بارے میں آیا ہے کہ اس رات سب کی بخشش ہو جاتی ہے سوائے مشرکین اور باہم جھگڑا اور عداوت رکھنے والوں کے۔

تو معلوم ہوا کہ جو شخص بغیر تدبیر کے نصیحت کرے گا وہ اصلاح سے زیادہ فساد برپا

کرے گا۔ اگر جامع مسجد کا دربان یہ کہہ دیتا کہ اے بھائی! اپنے جوتوں باہم ملالویں کھلا مسجد میں نہ لے جاؤ تاکہ مسجد میں کچھ ناپاکی نہ گر پڑے تو دوسرا شخص اس کی بات ضرور مان لیتا اور جزاک اللہ بھی کہتا۔

(۱۷) خود ہی اپنی غلطی کا اعتراف کر کے قصہ ختم کر دینا چاہیے

کہ اگر کوئی جھگڑنے والا بغیر سمجھے بوجھے ہم سے بحث کرنے لگے تو اس کے سامنے اس غرض سے دلیلیں بیان کرنے کے لئے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں کہ وہ اپنی بات واپس لے لے۔ بلکہ ہم کو خود ہی اپنی غلطی کا اعتراف کر کے قصہ ختم کر دینا چاہیے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ نیت کرلیں کہ تمہارے نزدیک ہم غلطی پر ہیں۔ کیونکہ تمہیں ہماری دلیل کی خبر نہیں، پھر اس کو سمجھانے کے واسطے دوسرے موقعہ کا انتظار کریں۔

(۱۸) مخالفین سے حسن سلوک کا مظاہرہ کریں

وہ لوگ جو آپ سے عداوت رکھتے ہوں اور تکفیر و تنقیص کے درپے رہتے ہوں ان سے سلوک و احسان کا معاملہ کریں اور ہدایہ وغیرہ بھیجنے میں ان کو ترجیح دیں۔ کیونکہ اس میں آپ کیلئے مجاہدہ نفس ہے اور ان کی عداوت کے زائل ہونے کی بھی امید ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص ہمارے کسی ایسے ہم عصر کی تعریف کرے جو ہم پر اعتراض کیا کرتا ہے تو ہم بھی اس تعریف اور مدح میں موافقت کریں اور اس میں کچھ مین میخ نہ نکالیں ادفع بالتی ھی احسن فا ذالذی بینک و بینہ عداوۃ کا نہ ولی حمیم (بدی کو بھلائی کے ساتھ دور کرو جس شخص میں کہ تیرے اور اس کے درمیان عداوت ہے گویا کہ پکا دوست ہے)

(۱۹) گنہگاروں سے نرمی کریں

تمام اہل معاصی سے نرمی سے بات کیا کریں تا کہ وہ جلدی ہمارے مطیع و معتقد ہو جائیں اور ان کو کجی درست کرنے اور توبہ کی طرف مائل کرنے میں آسانی ہو۔ حضرت داؤد علیٰ نبینا علیہ السلام کے نفس کو گناہ گاروں کے پاس بیٹھنے سے نفرت ہوئی تو حق تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے داؤد جس کی حالت درست ہے اس کو تو آپ کی ضرورت نہیں اور جس کی حالت خراب ہے اس کی کجی دور کرنے سے آپ اعراض کرتے ہیں، تو پھر آپ کو پیغمبر کس لئے بنایا گیا؟

(۲۰) گناہ گاروں سے صرف اللہ کے واسطے نفرت و بغض کیا کریں

گنہگاروں سے محض اللہ کے واسطے نفرت و بغض رکھا کریں اپنے نفس اور طبیعت کے لئے نفرت نہ کیا کریں جیسا کہ نیک لوگوں سے بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرنا چاہئے نہ کہ نفس و طبیعت کی وجہ سے۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ کیلئے محبت و بغض رکھنا ایمان کے مضبوط حلقوں میں سے ہے اور بغض سے مراد افعال و صفات سے بغض کرنا ہے نہ کہ ذات سے۔

اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ صادق ہونے کی پہچان یہ ہے کہ تم گنہگار آدمی سے اس حالت میں بھی بغض و نفرت کرتے رہو جب کہ وہ تمہارے ساتھ احسان و سلوک کر رہا ہو اور اللہ عزوجل کے حق پر نظر کر کے اپنے دل میں احسان کی وجہ سے اس کے ساتھ ذرا محبت نہ پاؤ۔

(۲۱) اپنے دوستوں کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہیں

اپنے متعلقین اور مریدین کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہیں

اور ان کو نقصان و پستی کی حالت میں تباہ و برباد ہوتا نہ چھوڑیں کیونکہ ان کے بارے میں ہم سے پوچھا جائے گا اور آج کل اس بات پر بہت کم عمل کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یا تو نا واقفیت ہے یا یہ کہ مریدین کو مہمل خیال کیا جاتا ہے۔ اور یہ دوسرے صورت پہلی سے بھی زیادہ قابل مؤاخذہ ہے کہ اگر یہ مہمل ہیں تو پھر پیری مریدی کا بازار گرم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

آج کے دور میں اگر کوئی ایسا شیخ مل جائے جو روک ٹوک اور نصیحت کرنے والا ہو تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اس کا حلقہ مضبوطی سے تھام لینا چاہئے۔ یاد رکھیں سر پر ہاتھ پھیرنے والے ہزاروں ملتے ہیں مگر کہنے سننے والے بہت کم ملتے ہیں۔

(۲۲) اپنے متعلقین کو اولیاء اللہ کے آداب بتاتے رہیں

اپنے متعلقین کو صحبت اولیاء کے آداب بتاتے رہا کریں۔ کیونکہ یہ راستہ آدب سے ہی طے ہوتا ہے اور بعض اوقات چھوٹی سی بے ادبی انسان کو مردود بنا دیتی ہے۔

(۲۳) سلف صالحین سے جو آداب منقول ہیں ان پر عمل کریں

سلف صالحین سے جو آداب منقول ہیں ان پر ان حضرات سے حسن ظن کی بناء پر عمل کیا کریں گو ہمیں ان آداب کی کوئی دلیل معلوم نہ ہو۔ کیونکہ ہم کو دلیل نہ ملنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آداب بے اصل ہیں، ممکن ہے کہ سلف صالحین کو اس کی دلیل ملی ہو۔

دوسرے ان حضرات کے قلوب ہم سے زیادہ منور تھے اور ان کا زمانہ بھی نزول قرآن اور نزول جبرئیل علیہ السلام سے بہت قریب تھا۔ امام شافعیؒ سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے حضرات صحابہ کرام کی تعریف اور فضیلت اور ان کے لائق شان و مدح کے بعد فرمایا کہ حضرات صحابہ ہر قسم کے علم و اجتہاد اور احتیاط تقوئی میں ہم سے بہت بڑھے

ہوئے ہیں اور جس بات کا ادراک ان کو اپنے علم سے ہوا اور جو استنباط انہوں اپنی رائے سے کیا وہ ہمارے لئے اپنی رائے اور اجتہاد سے بہتر اور بالاتر ہے۔

(۲۴) اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور جائز گفتگو میں شامل کردیں

اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور ہر جائز گفتگو میں شامل کردیا کریں تاکہ جو اللہ کا بندہ ہمارا کھانا کھائے یا پانی پئے یا بات سنے اس پر ہماری توجہ کا اثر پڑے۔ حقیقت توجہ کی یہ ہے کہ دل سے دعا اور آرزو کرنا کہ فلاں شخص کی حالت درست ہو جائے یا اس کو نسبت مع اللہ حاصل ہو جائے اور اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کردینا تاکہ شیخ کے دل کے انوار مرید کے دل میں پہنچ جائیں۔ کبھی اس توجہ قلبی کا اثر مشائخ کے کھانے پینے کی چیزوں میں اور ان کی باتوں تک میں سرایت کر جاتا ہے کہ جو شخص ان کو استعمال کرتا یا سنتا ہے، اس کو نسبت مع اللہ حاصل ہو جاتی ہے۔ تو یہ چیزیں قائم مقام شیخ کے ہو جاتی ہیں کیونکہ شیخ کی توجہ اور فیض ان میں رکھی ہوئی ہیں، ان کے استعمال سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو کہ شیخ کے متوجہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی طریقہ تھا، جب کوئی شخص خانقاہ میں آتا اور دریافت کرتا کہ حضرت شیخ" کہاں ہیں؟ تو آپ اس کو بٹھاتے اور خادم کو حکم دیتے کہ اس کے سامنے کھانا رکھو، پھر فرماتے کہ شیخ یہ ہے۔ بعض لوگوں کو یہ گمان ہوتا کہ حضرت شیخ بطور مزاح کے ایسا فرمارہے ہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ بطور مزاح یہ بات نہ فرماتے، بلکہ وہ واقعی بات کہتے تھے، کیونکہ مطلب آپ کا یہ تھا کہ شیخ سے مقصود توجہ اور فیض ہے سو یہ چیزیں شیخ نے کھانے پینے کی چیزوں میں رکھ دیں ہیں۔ اسی واسطے سیدی

ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے (ماشیخ الا اللقمة) کہ ہمارے یہاں تو شیخ لقمہ ہے۔

(۲۵) جس شخص کی حالت بدل جائے اس پر ہنسیں نہیں

جب کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو پہلے نیکو کاری کی طرف مائل تھا اور اعمال صالحہ کا پابند تھا بعد میں اس کی حالت بدل گئی سستی کرنے لگا یا برائی کی طرف مائل ہو گیا۔ تو اس تغیر حال پر اس پر ہنسیں نہیں۔ کیونکہ ہر ایک پر یہ حالت پیش آسکتی ہے۔ ہر ذاکر شاغل عابد زاہد اور متقی کو اس بات پر ہمیشہ ڈرنا چاہئے کہ مبادا دین کی جو دولت اس کے پاس ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ ذکر اللہ کرنے والا خدا کا جلیس اور اس کا ہم نشین ہوتا ہے اور ہر شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی کے لائق نہیں ہوا کرتا۔

(۲۶) عبادات شرعیہ پر اجرت نہ لیں

فقراء کو چاہئے کہ جو کوئی دینی امور سرانجام دیتے ہیں جیسے مسجد کی خدمت درس و تدریس، امامت، خطابت، اذان اور قرآن پاک کا پڑھانا اور جو عبادت شرعیہ ہیں ان کی تنخواہ نہ لیا کریں۔

ہاں اور کوئی ذریعہ آمدن نہ ہو تو وظیفہ لے لیا کریں لیکن نیت درست رکھیں کہ جو کچھ خدمت کر رہے ہیں اس کو محض اللہ کی رضا کیلئے سرانجام دیں اور جو وظیفہ ملے اس کو عطیہ خداوندی سمجھیں۔ اپنی اس نیت میں سچے ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی وقت وظیفہ نہ ملے تو کام کو ٹھپ کر نہ بیٹھ جائیں۔ یا وظیفہ کی کمی کی شکایات طلبا و عوام میں نہ کرتے رہیں۔ اگر کسی سے یہ بات سرزد ہوتی ہے تو وہ جان لے کہ وہ اس مقام کے لوگوں میں سے نہیں۔

(۲۷) کفار ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا قبول نہ کریں

فقراء کو چاہئے کہ کفار، ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا قبول نہ کیا کریں۔ ان لوگوں کے ہدایا لینے سے فطری طور پر دل کو ان کی طرف میلان ہوگا، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا القلوب علی حب من احسن الیھا (محسن کی محبت فطرتاً قلوب میں رکھی ہوتی ہے)۔ تو ان کی طرف میلان قلب کی وجہ سے ان کے افعال کی کراہت دل میں کم ہو جائے گی اور یہ بہت بڑا وبال ہے۔

حکیم بن حزامؓ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے جناب رسالت حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا تھا تو آپ نے یہ فرما کر رد کر دیا تھا کہ نحن لا نقبل ھدایا المشرکین (ہم مشرکین کی ہدایا قبول نہیں کرتے) بہر حال کوئی مصلحت دینی ہو تو قبول کر لینا چاہئے جیسا کہ حضور ﷺ نے مقوقس شاہ سکندریہ کا ہدیہ باوجود اس کے کفر کے قبول فرمالیا تھا۔

(۲۸) جو شخص اپنے ہدیہ کو بہت قیمتی سمجھتا ہے اس کا ہدیہ قبول نہ کریں

جس شخص کے متعلق ہمیں قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اس ہدیہ کو بہت قیمتی سمجھتا ہے اس کا ہدیہ اپنے واسطے کبھی قبول نہ کریں کیونکہ اس کے نزدیک ہدیہ کا قیمتی اور قابل قدر ہونا اس کے بخیل ہونے کی دلیل ہے۔ اور بخیل کے گھر سے کھانا بیماری پیدا کرتا ہے۔ اور یہ جو کہا کہ اپنے واسطے قبول نہ کرے اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہوگئی کہ ہم اس کو دوسرے فقراء اور حاجتمندوں کے نام سے قبول کریں تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اور ان کو انشاء اللہ اس کے کھانے سے کچھ ضرر نہ ہوگا۔ (کیونکہ بخل کا علاج صدقہ ہے اور صدقہ فقراء پر ہی کیا جاتا ہے)

حضرت جنید بغدادیؒ کی ایک دفعہ ایک تاجر نے دعوت کی جب دسترخوان بچھایا گیا تو تاجر نے درویشوں سرہانے کھڑے ہو کر کہا خوب سیر ہو کر کھائیں واللہ مجھے وہ ایک لقمہ جو آپ کے پیٹ میں پہنچ جائے ۵۰۰ اشرفیوں سے زیادہ عزیز ہے۔ حضرت جنیدؒ نے درویشوں سے کہا بس ہاتھ روک لو ہمارا میزبان بہت ہی کم حوصلہ ہے جو درویشوں کے لقمے کو متاع دنیا کے برابر سمجھتا ہے پھر آپ درویشوں کو لے کر وہاں سے نکل گئے۔

(۲۹) شادی بیاہ اور ختنہ وغیرہ کی تقریبات میں شرکت نہ کریں

ختنہ یا شادی وغیرہ کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے کسی درخواست کو منظور نہ کیا کریں بالخصوص اگر ہم علماء اور صلحاء کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بھلا جس عالم یا بزرگ کی داڑھی سفید ہوگئی ہو اور وہ لوگوں کا مقتدا بنا ہوا ہو اس کے لئے بہت ہی نازیبا ہے کہ بچوں اور فاسقوں کے ساتھ مل کر لہو ولعب کے مواقع میں شریک ہو۔ جہاں وہ خدا سے غافل ہوتے ہیں کہ اگر یہ ان کو نیک بات کا حکم کرنا چاہے تو وہ پلٹ کر اس کی بات بھی نہ سنیں۔ نیز بعض اوقات تقریبات میں لہو ولعب کا سامان بھی ہوتا ہے جن کو یہ عالم حرام سمجھتا ہے یا بھانڈ وغیرہ ہوتے ہیں جو لوگوں کو ہنساتے اور ان سے مسخرہ پن کرتے ہیں اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو علماء اور صلحاء کی شان کے خلاف اور ان کی ہیبت وعظمت کو کھونے والی ہوتی ہیں اور لوگوں میں ان کی توقیر ضائع کر دینے کا سبب ہوتی ہیں۔ پس ان باتوں میں اپنے وقار وعظمت کا پاس کرنا ہر عالم ومتقی اور خطیب وواعظ وغیرہ کو لازمی طور پر ضروری ہے۔ (لیکن اگر کوئی مصلحت دینی ایسی ہو کہ جانے کو نہ جانے پر ترجیح ہو جائے تو شرکت میں مضائقہ نہیں)

(۳۰) گھوم پھر کر بیچنے والے اور راستوں کی دکانوں کا کھانا نہ کھائیں

جو لوگ کھانے کی چیزیں گھوم پھر کر بیچتے ہیں ہم ان سے خرید کر نہ کھائیں۔ اسی طرح جو کھانے راستوں کی دکانوں پر پڑے ہوئے ہوتے ہیں ان کو بھی خرید کر نہ کھائیں کیونکہ ان میں نگاہوں کی سمیت کا اثر آجاتا ہے۔ نہ جانے کتنے لوگوں کی نگاہیں ان پر پڑتی ہوں گی جن میں سے کئی غریب اور محتاج آدمی بھی ہوں گے جو ان کو حسرت سے دیکھتے ہوں گے۔ اور ان کی نظر کا اثر اس میں آجاتا ہے۔

(۳۱) اپنے نفس اور اہل وعیال پر زیادہ توسع نہ کریں

اپنے نفس پر اور اہل وعیال اور خدام و متعلقین پر کھلانے پلانے میں زیادہ توسع نہ کیا کریں بلکہ میانہ روی اختیار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ شانہ کے اس ارشاد پر عمل ہو **والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواما** (اور وہ نیک بندے ایسے ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے تجاوز کرتے ہیں نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان ٹھیک اندازہ پر ہوتا ہے) لہٰذا جو شخص اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر ہمیشہ وسعت سے خرچ کرتا ہے وہ نعمتوں کی بے وقعتی اور ناقدری کا دروازہ کھولتا ہے۔ کیونکہ جس گھر میں نعمت کا استعمال زیادہ ہوتا ہے اس کے رہنے والے نعمت کی بے وقعتی کرنے لگتے ہیں گو کچھ عرصہ بعد کریں لیکن وہ نعمت کو معمولی سمجھنے لگتے ہیں اور اگر کبھی خدا تعالیٰ نعمت کو ان سے ہٹالیں تو وہ اپنے پروردگار سے ناخوش ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نعمت وراحت سے مانوس ہو گئے تھے اب کلفت اور تنگی ان کو برداشت نہیں۔

(۳۲) کھانے پینے کی ہر چیز کے استعمال کے وقت اپنے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیں

کھانے پینے کی ہر چیز کو کھاتے وقت اپنے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھا کریں اور اپنے دوستوں کو بھی اس کا امر کریں اور ان کو بتائیں کہ کھانے کے وقت درحقیقت ہم اللہ تعالیٰ کے دسترخواں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ ہم کو اور ہماری قناعت یا حرص کو دیکھ رہے ہیں۔ ہماری اس حالت کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہم اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں یا منعم حقیقی سے غافل ہیں لہٰذا ان کو جانوروں کی طرح غفلت سے کھانے پینے سے روکنا چاہئے۔ خانقاہ کے نقیب کو چاہئے کہ وہ درویشوں کو اس بات پر متنبہ کرتے رہا کریں۔ اسی طرح بچوں کی ماں کو بھی سمجھانا چاہئے کہ وہ ہمیشہ اپنی لڑکیوں اور ملازموں کو جس وقت بھی وہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں اس پر تنبیہ کریں۔ تاکہ ان کو غفلت سے کھانے کی عادت نہ پڑ جائے۔

(۳۳) سنن شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں

سنن شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں اور نہ یوں کہیں کہ سنتوں کا معاملہ تو سہل ہے ان کے چھوڑنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے بے باک لوگوں کی حالت ہے۔ مثلاً جمعہ کے دن غسل کرنا، خوشبو لگانا، اور مسجد جانے کیلئے زینت کرنا، بائیں پاؤں کو جوتہ میں سے پہلے نکالنا اور مسجد میں جاتے ہوئے دائیں پاؤں کو پہلے اندر رکھنا وغیرہ جیسے اعمال میں سستی نہ کریں۔ ہر ہر سنت کے بدلے جنت میں ایک درجہ ہے جس کو بغیر اس شخص کو جو اس سنت پر عمل کرتا ہو اور کوئی نہیں پاسکتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ مؤمن کبھی سیر نہیں ہوتا۔

(۳۴) اپنے دوستوں کو ضرورت سے زیادہ نہ سونے دیا کریں

اپنے دوستوں کو ضرورت سے زیادہ نہ سونے دیا کریں کیونکہ جو شخص ضرورت سے زیادہ سوئے گا وہ قیامت کے دن قلت اعمال کی وجہ سے مفلسوں کی طرح خالی ہاتھ آئے گا۔ اس لئے کہ نیند موت کی بہن ہے اس میں نہ دنیا کا کوئی کام ہوتا ہے نہ آخرت کا اور ہر شخص کے بدن کی صحت کے لئے نیند کا ایک خاص معیار ہے۔ جس کو انصاف کے ساتھ ہر شخص جان سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ درویشوں کا سونا ضرورت کا سونا ہے اور بقدر ضرورت سونا معاف ہے۔ کیونکہ یہ انعامات میں سے ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بطور صدقہ عطا فرمائے ہیں اور ان سے منتفع ہونے کی اجازت بھی دی ہے۔ اور سب سے بدتر سونا وہ سونا ہے جو اخیر شب میں اور صبح کے بعد اور عصر کے بعد ہو۔

(۳۵) بے وضو نہ سوئیں

بے وضو کبھی نہ سوئیں چاہے دن ہو یا رات۔ جب سوئیں تو ہمیشہ وضو کریں یا کم از کم تیمم کر لیا کریں۔ مبادا کہ ہماری روح ناپاکی کی حالت میں نہ قبض کر لی جائے۔

(۳۶) بغیر باطنی طہارت کے نہ سوئیں

بغیر باطنی طہارت کے نہ سویا کریں۔ باطنی ناپاکی سے مراد دل کی ناپاکی اور گندگی ہے۔ مثلاً حسد بغض کینہ یا مکر و فریب، تکبر وغیرہ کے جذبات دل میں موجود ہوں۔ لہٰذا سونے سے پہلے توبہ و استغفار اور دل کو ان تمام عوارض سے پاک کر لینا چاہئے۔

(۳۷) رات کے آخری پہر نہ سویا کریں

رات کے آخری پہر میں کبھی نہ سویا کریں اور جمعہ کی رات شعبان کی پندرھویں

رات اور شب قدر کی راتوں میں تو بالکل نہ سویا کریں مگر نیند کا غلبہ ہو تو تھوڑی دیر آرام کرلیں۔ اسی طرح اور جو راتیں فضیلت والی ہیں ان میں بھی تمام رات نہ سویا کریں۔ کیونکہ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ شانہ کا تجلی فرمانا احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر رات آخری پہر میں تجلی فرماتے ہیں اور جمعہ کی رات میں رات شروع ہونے سے صبح کی نماز ختم ہونے تک تجلی فرماتے ہیں۔ فقراء کو ان اوقات میں سویا رہنا بہت ہی نازیبا ہے کیونکہ یہ دربار شاہی کے اوقات ہیں۔ جو فقیر ان اوقات میں سویا رہا پھر بعد میں کچھ اللہ سے مانگا وہ اس شخص کی طرح ہے جو دیر کرکے ایسے وقت دربار شاہی میں آیا جب دربار برخواست ہو چکا تھا۔ اب تو خدام شاہی یہی کہیں گے کہ دربار برخاست ہو چکا ہے اب دوسرے وقت آنا۔

پس اے عزیز! دربار شاہی کے وقت ضرور حاضر رہا کرو تمہاری تمام ضرورتیں اور حاجات پوری ہوتی رہیں گی اور دل تمام افکار دنیا سے راحت وچین میں رہے گا۔ یہ تجربہ ہے کہ تہجد کی پابندی کرنے والا دن بھر بشاش رہتا ہے، دل کو ایک خاص سرور نصیب ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کسی کو گورنر کے دربار میں تھوڑی کیلئے رسائی ہو جاتی ہے اور حاکم اس سے دو چار باتیں کرلیتا ہے تو اس شخص کی خوشی کی کچھ انتہا نہیں رہتی۔ تو جو شخص دربار حقیقی میں پہنچ جائے اور احکم الحاکمین کے ساتھ نماز میں ہمکلام ہو اس کی خوشی اور بشاشت کا کیا پوچھنا۔ بخلاف اس شخص کے کہ جو ان اوقات میں سوتا رہے کہ وہ صبح کے وقت سست اور خبیث النفس ہو کر اٹھتا ہے اور اس کی ساری ضروریات اور حاجات معطل اور بند پڑی رہتی ہیں۔

پھر جب تمہیں ان مبارک اوقات اور معزز درباروں تک رسائی کی توفیق ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ اپنی حاجات کے ساتھ امور متعلقہ آخرت اور مسلمانوں کے

عالم مصالح کے لئے درخواست بھی کیا کرو۔ سید ابراہیم متبولیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہارے میں سے کسی کو حق تعالیٰ کا کچھ قرب نصیب ہو جائے تو اس کو اپنے زمانہ کے تمام مسلمانوں کے لئے سفارش کرنا چاہئے۔

(۳۸) جس شخص کا علم نفس ہی میں رکھا ہو اس سے تہذیب اخلاق کی امید نہ رکھیں

جس شخص کا علم اس کے نفس ہی میں رکھا ہوا ہے اس سے مجاہدہ اور تہذیب اخلاق کا مطالبہ نہ کریں کیونکہ اس حالت میں وہ اس پر قادر نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ چاہئے کہ چپکے چپکے اخلاق صالحہ اس کے اندر پہنچائیں۔ یہاں تک کہ علم کا اثر اس کے لطیف قلب، روح یا سر تک پہنچ جائے، جب ان میں سے کسی ایک میں بھی علم کا اثر پہنچ جائے گا تو پھر اس سے اخلاق حسنہ خود بخود ظاہر ہونے لگیں گے۔

یہی حالت طلب کی بھی ہے کہ جب تک طلب کا اثر نفس سے گزر کر لطیفہ قلب یا لطیفہ روح و سر میں سے کسی میں نہ پہنچا ہو اس وقت تک سالک سے ریاضات و مجاہدات کی توقع بے کار ہے۔ بلکہ اول آہستہ آہستہ طلب کا اثر ان لطائف میں پہنچانا چاہئے، پھر خود بخود اس کی حالت درست ہوتی چلی جائے گی۔

(۳۹) خدام مسجد اور موذن وغیرہ سے دشمنی نہ کریں

ہم کسی موذن یا کسی خادم مسجد سے خواہ دربان ہو، صفائی کرنے والا ہو یا غسل خانوں کو صاف کرنے والا ہو کبھی دشمنی پیدا نہ کریں۔ خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرض منصبی کو محض ثواب سمجھ کر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں تب تو اور زیادہ ان کا احترام کرنا چاہیے۔

اور یہ ادب اگرچہ کہ سب مسلمانوں کیلئے ہے لیکن ان کی خاص رعایت کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر کے ان لوگوں سے عداوت نہ کریں۔ وہ خدا کے دربار کے خادم ہیں جن میں سب سے زیادہ مرتبہ موذن کا ہے کیونکہ وہ اکثر صبح کی اذان کیلئے صبح صادق سے پہلے جاگ اٹھتا ہے اور پچھلی راتوں کو خدائی لشکروں کے ساتھ دربار خاص میں حاضر ہوتا ہے۔

(۴۰) مسلمانوں سے قطع تعلق میں جلدی نہ کریں

جب تک اپنے نفس کے باریک باریک دھوکوں کی مبالغہ کے ساتھ تفتیش نہ کرلیں اس وقت تک کسی مسلمان سے قطع تعلق اور بول چال بند کرنے میں جلدی نہ کریں۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطع تعلق تو خواہش نفس کی وجہ سے ہوتی ہے اور نفس یہ سمجھاتا ہے کہ میں تو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرتا ہوں۔ اور اس پر بہت سے دلائل بھی باندھتا ہے۔ اگر ہم اس بات پر غور کرلیا کریں کہ قطع تعلق کے گناہ کی وجہ سے ہمارا کوئی عمل آسمان تک نہیں پہنچے گا تو ہرگز قطع تعلق میں جلدی نہ کریں گے۔

(۴۱) مخالفین سے بھلائی کرتے رہیں

جو شخص بھی جو ہمارا مخالف ہو اور ہماری بدخواہی میں لگا رہتا ہو۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی خیر خواہی اور احسان وسلوک کا معاملہ کرتے رہیں۔ ہمیں حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کے بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ جیسے ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے الطاف واحسانات منقطع نہیں ہوتے۔ ایسا ہی معاملہ ہمیں اس کی مخلوق سے کرنا چاہیے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف بلاتے والا ہو اس پر یہ بات واجب ہے کہ ادب اور تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج نرمی اور حکمت سے کرے اور ان سے سلوک واحسان سے پیش آتا رہے۔ کیونکہ وہ راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ان ذاکرین سے نفرت ہوگئی جو میرے پاس رہتے تھے اور میں نے ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا تو اسی رات مجھے سید علی خواصؒ کی زیارت ہوئی دیکھا کہ مجھے فرمارہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صبر کرتے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت ان کی خبر گیری کرتے رہو۔ اس شخص کی طرح نہ بنو جس کی بکریاں دشوار گزار زمین میں منتشر ہوگئیں اور غصہ میں ان کو جنگل میں بھیڑیے کے واسطے چھوڑ آیا تاکہ وہ ان پھاڑ کھائے۔

(۴۲) جب کوئی ظالم ہم پر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اس سے زیادہ کا مستحق جانیں

جب کوئی ظالم ہمارے اوپر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اس کا بلکہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق سمجھیں۔ جو شخص آگ میں جلانے کے قابل ہو پھر ذرا سی راکھ اس پر ڈال کر اس سے صلح کرلی جائے تو یہ تو اس کے خوش ہونے کا مقام ہے کہ بڑی بلا سے نجات ملی اور تھوڑی سی ہی پر بات ٹل گئی۔

(۴۳) اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کردیں تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں

جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کردیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر

بجالائیں اور جب وہ ہم کو اپنے بندوں میں رسوا کریں تو یہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے راضی رہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کسی حکمت کاملہ ہی کی وجہ سے کیا ہے، جس پر ہم جیسوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ پس ہم کو اس معاملہ میں خدا تعالیٰ کی تقلید کرنی چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق پر ہمارے عیبوں کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ وہ ہم کو ان سے مطلع کر دیں تا کہ ہم ان سے باز رہیں اور آئندہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں، کیونکہ انسان کی حالت یہ ہے کہ جب کسی عیب کے ساتھ لوگوں میں اس کی تنقیص ہونے لگتی ہے تو وہ اپنے ظاہر و باطن کو اس سے بچالیتا ہے۔

پھر اس صورت میں دوسروں کو ملامت ہرگز نہیں کرنی چاہئے کیونکہ حقیقت میں ملامت کے قابل ہم ہی ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ سے غافل ہو کر ایسے افعال کا ارتکاب کیا جو کہ بدنامی اور پردہ داری کا سبب بن گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کی یاد کی نگہداشت رکھتے اور اس سے پوری طرح شرماتے تو ہرگز تنہائی میں کوئی گناہ نہ کرتے۔ پھر جب ہم اس بات سے نہ رکے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال کو جانتے ہیں تو اس نے مخلوق کو ہمارے حال کی خبر کر دی کہ ان عیبوں سے ہم باز آجائیں اور اس میں منجانب اللہ ہمارے لئے بہت بڑی دھمکی ہے کہ ہمیں مخلوق کی تو پرواہ ہے اور خدا تعالیٰ کے مطلع ہونے کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔

(۴۴) اپنے آپ کو ان لوگوں کی باتوں کا جواب دینے میں مشغول نہ کریں جو ہماری آبروریزی اور تنقیص کرتے ہیں

اپنے نفسوں کو ان لوگوں کی باتوں کے رد کرنے میں مشغول نہ کریں جو ہماری آبروریزی اور تنقیص کرتے ہیں کیونکہ جو شخص اپنے نفس کو خدا کے حوالے کر دے اسی پر اعتماد

کے حق تعالیٰ خود اس کی نصرت فرماتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمارے اوپر
لئے مسلط فرماتے ہیں کہ ہم اس کی بارگاہ سے بھاگے ہوئے ہیں۔
جب مخلوق کسی کی ایذا کے درپے ہو تو وہ کثرت سے استغفار کے ساتھ خدا کی
رف رجوع کرے اور استقلال و محبت اور سچائی کے ساتھ اس کی طاعت پر توجہ کرے
س وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کی ایذا سے اسے بچالیں گے، ورنہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے بے
ی کرتے ہوئے اپنے نفس کی طرف سے جوابدہی میں مشغول ہونا مخلوق کو اس سے دفع
یں کرسکتا اور تکلیف کا زمانہ دراز ہو جاتا ہے اور ان قصوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف
وجہ ہونا بھی اس کو نصیب نہیں ہوتا۔
علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ سیدی علی خواصؒ سے
ک شخص کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کے خیال سے ہٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ
ظر رکھو وہ تمہاری ایذا کے خیال سے ہٹ جائے گا۔ پھر چند روز بعد میں نے عرض کیا
میں تو اس کے خیال سے ہٹ گیا مگر وہ ابھی تک میری ایذا کے خیال سے نہیں ہٹا تو
پ نے فرمایا کہ اگر تم پوری طرح اپنے خیال کو اس سے ہٹا لیتے تو وہ ضرور تمہاری ایذا
ے ہٹ جاتا۔ لہٰذا اپنے نفس کی تفتیش کرو شاید اس میں کوئی برا خیال باقی رہ گیا ہو۔
ں نے اپنے نفس پر دوبارہ نظر کی تو معلوم ہوا کہ مجھے یہ خیال رہتا ہے کہ جس قدر اس
ے دعوے میرے متعلق کیے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے اس
رگمانی سے بھی توبہ کی تو وہ شخص خود ہی میرے پاس آیا اور مجھ سے صلح کا طالب ہوا۔
یہ بات ظاہر ہے کہ دشمن کو تمہارے اوپر تبھی قابو مل سکتا ہے جب کہ تم ٹیڑھی چال
لو اور اگر تم سیدھے چلو اور تو اس کو تمہاری مذمت اور تنقیص کا موقع ہرگز نہیں مل سکتا۔
ذا ملامت تمہارے ہی اوپر ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص تمہیں ایذا

پہنچائے اور حق تعالیٰ تم کو اس ایذا کے سبب پر مطلع نہ فرمائیں تو تمہیں جلدی اس سے مصالحت کر لینی چاہئے۔ اور دل میں یہ نہ کہنا چاہئے کہ مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے بھی اس کا برا کیا ہو یا سوچا ہو لہٰذا مجھے اس ملنے ملانے اور معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اس سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے پھر تم اس کے علاج میں پریشان ہو جاؤ گے اور بہت کوشش کرو گے کہ تمہارے دل سے یہ مرض زائل ہو جائے مگر پھر اس کا دل سے نکلنا دشوار ہوگا۔ اگر تم پہلے ہی مصالحت کر لیتے تو یہ مرض پیدا ہی نہ ہوتا۔

(۴۵) امت محمدیہ کے تمام آدمیوں کی خطاء کو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی خاطر معاف کر دیا کریں

اس امت محمدیہ کے تمام آدمیوں کی خطاؤں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر سے جن کے وہ بندے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر سے جن کی وہ امت ہیں معاف کر دیا کریں۔ اور مؤاخذہ وانتقام کے خیال سے درگزر کریں اور کسی سے اپنے کسی حق کا مطالبہ دونوں جہاں میں نہ کریں خواہ مالی حق کا ہو یا آبرو کا کیونکہ مثل مشہور ہے لعین تجازی الف عین و تکرم ''ایک آنکھ کی وجہ سے ہزار آنکھوں کا لحاظ کیا جاتا ہے'' لہٰذا جس نے اس امت کے کسی آدمی سے بھی مؤاخذہ کیا اس نے نہ تو خدا تعالیٰ کی عظمت کو پہچانا جن کے یہ غلام ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو جانا جن کی یہ امت ہیں

(۴۶) جو ہم پر ظلم کرے اس پر بددعا کبھی نہ کریں

جو ہم پر ظلم کرے اس پر بددعا نہ کریں اور کبھی یوں نہ کہیں کہ اے اللہ! جو ہمارے ساتھ برا کرے تو بھی اس کے ساتھ بری تدبیر نہ کر اور جو ہم پر ظلم کرے اس کو پکڑ لے وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ہم کو اپنے نفس کی طرف رجوع کر کے غور کرنا چاہیے اور وہ سبب معلوم

رنا چاہیے جس کی وجہ سے اس ظالم کو ہمارے اوپر دسترس ہوگئی۔ یقیناً ہم سے کوئی گناہ
وا ہے جس کی وجہ سے اس ظالم کو ہم پر مسلط کیا گیا ہے۔ تو اس سے ہمیں توبہ استغفار کر
کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اور اگر ہمیں توبہ کی توفیق ہو تو صبر کریں اور ثواب کے امیدوار رہیں۔ سیدنا رسول
اللہ ﷺ نے ایک دفعہ قریش کے لئے ہلاکت کی بددعا فرمادی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ
آیت نازل فرمائی وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (اور ہم نے تو آپ کو تمام
جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) تو آپ اللہ تعالیٰ سے شرما گئے اور قریش پر بددعا
کرنا چھوڑ دی۔ اور ان کے لئے ہدایت کی درخواست کرنے لگے۔

عزیز من! یہ بھی سمجھ لو کہ عارف کی شان تو یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے
کہ زمین میں دھنسا دیئے جانے کے لائق ہے۔ اور یہ سمجھے کہ جتنی بلائیں اور مصیبتیں
اس پر آئی ہیں وہ اس سزا سے بہت کم ہیں جس کا یہ مستحق ہے اور دنیا کے تمام ظالموں کو
ایسا سمجھے جیسا جہنم کے داروغہ فرشتے۔ بس فرق اتنا ہے کہ یہ ظالم تو نہی کے تحت میں
ہیں (یعنی ان کو حکم نہیں دیا گیا) اور جہنم کے داروغہ فرشتے امر (حکم دیا گیا ہے) کے
تحت ہیں۔

(۴۷) کچھ لوگوں میں عداوت ہو تو ہر دو کے ساتھ خیر خواہی کریں

اگر بعض گروہوں کو دیکھیں کہ ان کا آپس میں بغض و عداوت کا تعلق ہے۔ اور صلح
کرانے آپ عاجز ہیں۔ تو دونوں کے ساتھ یوں حسن سلوک رکھیں کہ ہر ایک یہ سمجھے کہ
آپ اس کے ساتھ ہیں۔ اور اس میں کوئی منافقت کی بات نہیں ہے بلکہ حقیقتاً مسلمان
کو ہر ایک کا خیر خواہ ہی ہونا چاہیے۔

(۴۸) اپنے دوستوں کو قیل وقال کی مجلسوں میں نہ بیٹھنے دیں

اپنے دوستوں کو قیل وقال کی مجلسوں میں نہ بیٹھنے دیں نہ لوگوں کے عیوب چھاننے اور حکام اور اہل سیاست کی طعن وتشنیع میں پڑنے دیں۔ مساجد اور خانقاہوں میں تو اس قسم کی گفتگو کی تو سختی سے پرہیز کرائی جائے۔ بلکہ اخبار بینی بھی اسی میں داخل ہے سالکین کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

(۴۹) اپنے دوستوں کو ایسے شخص کی غیبت بھی نہ کرنے دیں جس نے ان کے حق میں ظلم کیا ہے۔

اپنے دوستوں میں سے کسی کو ایسے شخص کی بھی غیبت نہ کرنے دیں جس نے ان کے حق میں برائی کی یا ظلم کیا ہے۔ مگر جب کہ ہم اس سے اپنا حق چھڑانے پر قادر ہوں تو مضائقہ نہیں۔ اس عہد میں آج کل بہت لوگ خیانت کرتے ہیں کہ اپنے نزدیک جس کو ظالم سمجھتے ہیں پیٹھ پیچھے اس کے متعلق بہت کچھ فضول بولتے رہتے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوتا جو اس ظالم کو ظلم سے روکے یا نصیحت کرے لہٰذا بے فائدہ ہی اس کی غیبت میں مشغول رہتے ہیں۔

(۵۰) کسی کا راز ظاہر نہ کریں

کسی کا راز ظاہر نہ کیا کریں، ہاں اگر اس کے افشاء میں شرعاً اخفاء سے زیادہ مصلحت ہو تو افشاء جائز ہے۔ اور اگر تم کسی بات کے چھپانے سے عاجز ہو تو تم پر لازم ہے کہ جو شخص تم سے اپنا راز کہنا چاہتا ہے اس کو اپنی اس کمزوری سے مطلع کر دو۔ اور صاف کہہ دو کہ بھائی میں اخفاء راز پر قادر نہیں تاکہ وہ تم سے احتیاط کر لے، کیونکہ دین تو

خیر خواہی کا نام ہے پھر جب تم اپنی حالت سے اس کو مطلع کر چکے اس کے بعد بھی اگر وہ اپنا راز کہے تو اس صورت میں تم سے زیادہ خود اس شخص پر ملامت ہوگی۔

(۵۱) دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کریں

اگر ہم کسی کے عیوب سے واقف ہوں تو ہمیں چاہئے اس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں اور اس کے گناہ کو شائع نہ کریں، جب ہم اسے کے نفس کے ساتھ خیر خواہی کریں گے تو انشاء اللہ ہم محسنین میں لکھے جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ ہمارے واسطے کوئی ایسا شخص مقرر کر دے گا جو ہمارے عیوب کو چھپایا کرے گا اور ظاہر نہ کرے گا۔

(۵۲) کسی کی پوشیدہ حالت کا تجسس نہ کریں

مخلوق میں سے کسی کی بھی پوشیدہ حالت کا تجسس نہ کریں یعنی کسی کے عیوب معلوم کرنے کے در پے نہ ہوں۔ عام طور پر حالت یہ ہے کہ جس کو اپنے بھائی کے عیوب ظاہر کرنے کا موقع مل جاتا ہے وہ اس کی پردہ دری میں نہیں ہچکچاتا معدودے چند آدمیوں کے (جن کا وجود نادر ہے)

سیدی علیؒ خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ مومن اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک یہ حالت نہ ہو جائے کہ اسے کسی شخص کے اندر کوئی عیب ظاہری یا باطنی نظر نہ آئے اور محاسن وجود کے سوا کچھ بھی نہ دیکھے اور جب تک کسی کو لوگوں کے عیب نظر آتے رہیں (وہ ناقص ہے) اس پر لازم ہے کہ کسی شیخ عارف کی تربیت میں رہ کر مجاہدہ کرے تاکہ وہ اس کو کدورات بشریہ سے پاک صاف کر کے ملائکہ بنادے یا اولیاء محفوظین سے ملادے۔

(۵۳) اگر کوئی ہم سے کسی کے بارے میں رائے لے تو بس اتنا ہی کہیں کہ ہم سے اچھا ہے، پوری حالت کسی اور سے دریافت کرو

اس زمانہ میں کوئی ہم سے کسی کی حالت دریافت کرے کہ فلاں شخص کا چال چلن کیسا ہے اور ہم کو اس کی حالت پوری طرح معلوم نہ ہو تو بس اتنا ہی کہہ دیں کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ہم سے اچھا ہے، باقی پوری حالت کسی اور سے دریافت کرو۔ کیونکہ درویش کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ لوگوں کے عیوب اور معاصی کا تجسس نہ کرے اور جب تجسس نہ کرے گا تو اس کو پوری حالت بھی کسی کی معلوم نہیں ہو سکتی۔

حضرت علی خوص ؒ فرماتے تھے کہ درویش نہ کسی پر جرح وطعن کیا کرتا ہے۔ نہ کسی کی زیادہ تعریف کرتا ہے کیونکہ وہ تو سب سے آدمیوں کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور زیادہ تعریف کرنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اگر کبھی شیخ نے کسی فاسق اور غیر محتاط شخص کی تعریف کردی کہ یہ بہت اچھا اور صالح ہے تو شیخ کی تعریف کی وجہ سے لوگ اس پر اعتماد کرنے لگیں گے اور ممکن ہے کبھی دھوکا کھا جائیں۔

(۵۴) جب کسی مسلمان پر کوئی طعن کیا جائے تو اس کی طرف سے جواب دیں

جب کسی مسلمان پر کوئی طعن کیا جائے تو اس کی پیٹھ کے پیچھے اس کی طرف سے جواب دیں۔ اور اس کی حالت کو کامل تر احوال پر محمول کریں اگر چہ کہ اس کا رتبہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس مقام تک پہنچ سکے جہاں تک ہم اسے پہنچا رہے ہیں۔

(۵۵) جو باتیں ہم نے کسی عالم سے سیکھی ہیں ان پر خود عمل کریں اگر چہ وہ عمل نہ کرتا ہو

جب ہم کسی عالم کو اپنے علم پر عمل نہ کرتا ہوا دیکھیں تو خود اس پر عمل کریں جس سے

ہم خود بھی مستفید ہوں گے اور در پردہ اس کو بھی نفع پہنچائیں گے، اور اپنے دوستوں کو بھی امر کریں کہ ان باتوں پر عمل کریں تا کہ اس طرح ہمارا بھی ثواب بڑھ جائے اور اس عالم کا بھی۔ اور جو شخص یہ کہے کہ میں تو اس وقت تک عمل نہ کروں گا جب تک وہ عالم خود عمل نہ کرے اس سے بہت بڑا ثواب فوت ہو جائے گا اور نیز یہ اس کے قلت دین کی علامت ہے۔

(۵۶) علماء کا دفاع کریں

علمائے حقہ اور صوفیائے عظام پر اگر کوئی طعن و اعتراض کرے تو اپنی ہمت اور کوشش کی مطابق ان کا دفاع کریں۔ اور جو لوگ ان کی تنقید و تنقیص کریں ان کی بات پر ہرگز کان نہ دھریں۔ ان پر وہی اعتراض کرتا ہے جو ان کے مراتب کو سمجھنے سے قاصر ہے اور ان کو مطعون کرنے والوں کا نور قلب بجھ جاتا ہے۔

(۵۷) اپنے دوستوں میں علماء ظاہر کو ذاکرین کی تعظیم کا امر کریں

اپنے دوستوں میں علماء ظاہر کو ذاکرین اور ذاکرات کی تعظیم کا امر کریں، کیونکہ یہ لوگ ذکر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی کی طرف منسوب ہوتے ہیں (خواہ واقع میں بھی اس نسبت سے متصف ہوں یا نہ ہوں، لیکن ظاہری نسبت تو ان کو ضرور حاصل ہے) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے انا جلیس من ذکرنی میں اس شخص کا جلیس ہوں جو مجھے یاد کرے یعنی میں اس کے ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہوں کسی دیندار کو کسی وقت بھی اس کے ساتھ ایذا سے پیش آنا یا دل میں اس کے ساتھ برائی کا قصد کرنا مناسب نہیں۔ اور یہ بات اگرچہ ہر مسلمان کے متعلق ضروری ہے مگر ذاکرین کے حق میں اس کی رعایت بہت ضروری ہے۔

کم ہی دیکھا گیا ہے کہ وہ شخص جس نے فقراء اور صالحین میں سے کسی کو بلاوجہ ایذا دی ہو اس کا خاتمہ اچھی حالت پر ہوا ہو۔ حدیث میں آیا ہے من آذی لی ولیا فقد آذنتہ بالمحاربۃ (جو شخص میرے کسی ولی کو ایذا دے میں اس کو اپنے ساتھ جنگ کرنے کا اعلان دیتا ہوں) اور ولی کی علامت جس میں کچھ شک نہیں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرتا ہو۔ شیخ ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ ذکر ولایت کا فرمان ہے، جس کو ذکر کی توفیق عطا ہو گئی اس کو ولایت کا فرمان عطا ہو گیا۔

(۵۸) اہل فضل و اہل علم کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں

اہل فضل اور اہل علم کو دیکھ کر کھڑے ہو جائیں اگرچہ کہ ان کو ہمارا کھڑا ہونا ناگوار ہو۔ فعلینا التعظیم و علیہم الکراھۃ کیونکہ ہمارے ذمہ ان کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو اپنی تعظیم سے نفرت لازم ہے اور یہ کھڑا ہونا ہر حال میں مستحب ہے۔ خواہ وہ عالم اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو یا نہ ہو۔

(۵۹) حرفت کرنے والوں میں سے جو کوئی ہم سے مرید ہو تو ہم اس کو اسی پیشے پر قائم رہنے کا حکم دیں

رزق حلال کمانے والوں میں سے جو کوئی ہم سے مرید ہو تو ہم اس کو اسی پیشے پر قائم رہنے کا حکم دیں اگرچہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا یقین کیسا ہی قوی ہو چکا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اہل حرفت ہیں جو کہ ذریعہ معاش میں مشغول ہو کر اللہ پر کامل توکل کریں۔ مرید کو بھی چاہئے کہ شیخ سے مشورہ کے بغیر اپنے رائے سے معاش نہ چھوڑے۔ بعض کو دیکھا کہ معاش کو چھوڑ کر کسی خانقاہ میں پڑ رہتے ہیں اور وہاں صدقہ خیرات اور لوگوں کا میل کچیل کھاتے ہیں، حالانکہ اس سے

پہلے وہی فقراء کو صدقہ خیرات کرتے تھے۔

(۶۰) اپنے دوستوں کو دھوکا دہی سے بچنے کی نصیحت کریں

اپنے دوستوں کو جو لوگ صنعت وحرفت اور کاروبار میں لگے ہوئے ہوں دھوکا دہی اور فریب بازی سے بچنے کی نصیحت کرتے رہا کریں۔ اور ان کو یہ بھی تنبیہ کرتے رہیں کہ اپنے کو کسی حالت میں لوگوں کے حقوق سے بری نہ سمجھیں اگرچہ کہ وہ بہت احتیاط کرتے ہوں کیونکہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ذرہ ذرہ کو تم پر گرفت کرنے کیلئے محفوظ کر رکھا ہو۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے جو غلہ تولنے کا کام کرتا تھا، اپنے اس کام سے توبہ کی اور پھر ساٹھ برس تک عبادت کرتا رہا۔ جب فوت ہوا تو مرنے کے بعد اس کے دوست نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا، کہا اچھا معاملہ فرمایا مگر جنت میں جانے سے ان پندرہ قفیز (تول کا پیمانہ) کی وجہ سے روک دیا گیا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اس غبار کو جمع کر کے محفوظ فرمائے ہیں جو پیمانہ کی تلی میں جم جایا کرتا تھا اور میں اس کو جھاڑتا نہ تھا اور اس جمے ہوئے غبار کے نہ جھاڑنے سے خریداروں کو کسی قدر کمی رہتی تھی جو ایک عرصہ بعد پندرہ قفیز کے برابر ہوگئی۔ لہٰذا اے عزیز! بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

(۶۱) حق دار کے مطالبہ سے پہلے اس کا حق ادا کر دیا کریں

جس کا جو حق بھی ہمارے ذمہ واجب ہو اس کو حق دار کے مطالبہ سے پہلے ادا کر دیا کریں اور اگر اس کو عدالت میں مقدمہ لے جانے کی یا کسی ثالث کو درمیان میں ڈالنے کی نوبت آئے تو ہم نے درویشوں کے عہد سے خیانت کی۔

حضرت علی خواص ؒ پر اگر کوئی شخص جھوٹ موٹ بھی کوئی مالی دعویٰ کر دیتا تو آپ

فوراً اس کو مال دے دیا کرتے اور اس سے شہادت دینے کا مطالبہ نہ کیا کرتے اور مال دینے کے بعد اس کو اپنے حق سے بری الذمہ کر دیا کرتے اور فرماتے کہ مجھے عظمت الٰہی کا خیال کر کے اس سے شرم آتی ہے کہ اللہ کے کسی بندے سے فضیحت کروں۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ پر مرض وفات میں اپنے حق کا دعویٰ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نہ کسی کی تکذیب کرتے ہیں نہ کسی سے قسم لیتے ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ ہمارے ذمہ تمہارا یہ حق کیونکہ ہوا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک دن ایک سوال کرنے والا آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اس کو میری طرف سے تین درہم دے دو میں نے دے دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں درست کہا۔

(۶۲) اگر نیک لوگ ہمارے سامنے کوئی ایسا واقعہ بیان کریں جو عقلاً ناممکن ہو تو اگر خلاف شریعت نہ ہو تو انکار نہ کریں

نیک لوگ ہمارے سامنے اگر اپنا کوئی ایسا واقعہ بیان کریں جس کو ہماری عقلیں دشوار سمجھتی ہوں تو ان کی تکذیب نہ کیا کریں جب تک کہ نصوص شرعیہ کے خلاف اس میں کوئی بات نہ ہو، کیونکہ اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ وہ نیک بندہ قدرت الٰہی کو بیان کر رہا ہے کہ قدرت نے ایک ممکن کو واقع کر دیا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاس شیخ ابو العباس حریثیؒ تشریف لائے اور مغرب کی نماز میرے پاس پڑھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرنے بیٹھ گئے اور عشاء کی آذان تک پانچ قرآن ختم کر لئے۔ میں نے سیدی علی مرصفیؒ کو اس واقعہ سے مطلع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک دن رات میں تین لاکھ ساٹھ ہزار دفعہ قرآن پاک ختم کیا ہے میں نے پوچھا کہ آپ نے حروف کے ساتھ اتنے قرآن ختم کئے یا بغیر حروف کے؟ فرمایا حروف کے ساتھ ختم کئے ہیں۔ میں نے

دریافت کیا کہ یہ کیسے ہو جاتا ہے؟ فرمایا روح جسم کثیف سے مجرد ہو جاتی ہے تو وہ ایسا کر لیتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اولیاء کیلئے ان واقعات کے پیش آنے میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھانا چاہتے ہیں، کیونکہ اس امت کی عمریں دوسری امتوں سے کم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خاص لوگ کو ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمادی ہیں تا کہ یہ لوگ اعمال میں بھی پہلی امتوں کے عابدوں سے بڑھ جائیں جن کی عمر پانچ سو برس یا اس سے زیادہ ہوتی تھیں۔ واللہ اعلم

(۶۳) ہم کسی دینی کام میں مشغول ہوں پھر کوئی اور شخص اس کام کو انجام دینا چاہے اور وہ اس کا اہل بھی ہو تو ہم خوشی سے وہ کام چھوڑ دیں

اگر ہم کوئی دینی کام کر رہے ہوں پھر کوئی دوسرا شخص ہماری جگہ پر اس کام کو سر انجام دینا چاہے اور وہ اس کا اہل بھی ہو تو ہم خوشی کے ساتھ اس کام کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں، خصوصاً جب کہ وہ ہم سے زیادہ عالم زیادہ صاحب نظر اور زیادہ اہلیت والا ہو۔ اور اگر ہم اس سے منازعت کرنے لگیں اور کام کو اس کے واسطے نہ چھوڑیں تو ہم درویشوں کے عہد میں خیانت کرنے والے ہوں گے۔ اس صورت میں ہم اپنے وعظ و خطابت و امامت تعلیم و تدریس و تولیت میں مخلص نہیں ہوں گے بلکہ طالب جاہ ہوں گے اور جس عمل سے ریاست و جاہ طلب کی جائے وہ بیکار ہے، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں پہنچتا جو عمل کرنے والے کو نافع ہو سکے۔

(۶۴) کسی شخص کے سامنے اپنی تعریف کبھی نہ کریں مگر یہ کہ شرعی ضرورت ہو

کسی شخص کے سامنے اپنی تعریف کبھی نہ کریں۔ ہاں کوئی شرعی غرض ہو تو مضائقہ

نہیں مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر کے طور پر ظاہر کریں نہ کہ دوسروں سے بڑا بننے کیلئے نہیں۔

اور بعض اوقات شیخ اپنا درجہ طریقت میں اور عالم اپنا رتبہ علم میں لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتا ہے تا کہ لوگ اس سے علم حاصل کر لیں۔ تو ہر ایک پر ریا کاری اور شہرت پسندی کا الزام لگانا جائز نہیں۔ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کو مرید کے سامنے اپنی تعریف کرنے کی ضرورت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ مرید دل کا اندھا ہوتا ہے، اگر اس کے دل میں نور ہوتا تو شیخ کے درجہ علم و معرفت کو خود ہی پہچان لیتا اور شیخ کی سب باتوں کو دل سے مانتا اور ان کی تصدیق کرتا۔

اور بزرگوں سے ثابت ہے کہ انہوں نے صحیح غرض کیلئے بعض دفعہ اپنی تعریف اپنی زبان سے کی ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کیا کہ ہم آپ کی تسبیح کرتے رہتے اور پاکی بیان کرتے ہیں (جس میں اپنی تعریف تھی، مگر اس کا مقصود یہ تھا کہ زمین کی خلافت کیلئے ہم تابعدار غلام موجود ہیں، ہمارے ہوتے ہوئے کسی نئی مخلوق کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور ان کی یہ عرضداشت ایسی تھی جیسے کوئی آقا اپنے غلاموں سے کہے کہ مجھے فلاں کام کے لئے ایک نئے نوکر کی ضرورت ہے تو پرانے جانثار یہ کہتے ہیں کہ حضور ہم اس خدمت کے لئے بھی حاضر ہیں، اگر ہم سے اتنا کام بھی نہ ہو تو پھر ہم کس مصرف کے ہیں)

اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر حاکم مقرر کر دیجئے، کیونکہ سب سے بڑھ کر نگہبانی کرنے والا امانت دار ہوں۔ (اس میں اپنی تعریف تھی، مگر ضرورت کی وجہ سے تھی کیونکہ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ سات برس کا سخت قحط پڑنے والا ہے جس کے لئے خاص اہتمام کی ضرورت ہے اور یہ اہتمام وہی

کر سکتا ہے جس کو کال پڑنے کا یقین ہو) لہٰذا موقع کی ضرورت کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اوصاف و کمال ظاہر فرما دیئے۔

اور سردار اولاد آدم (سیدنا محمد رسول اللہ) ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں قیامت کے دن سب آدمیوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا، بلکہ حضور ﷺ کی غرض اس بات میں یہ تھی کہ آپ نے اپنی امت پر اپنا درجہ ظاہر کر کے قیامت کے دن ان کو پریشان پھرنے سے بچانا تھا۔ جبکہ اور لوگ ایک نبی سے دوسرے نبیؑ سے شفاعت کی درخواست لے کر جائیں گے تو جس کو یہ معلوم ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور تمام عالم کے سردار ہیں وہ دوسروں کی طرح آپ کے سوا کسی کے پاس نہ جائے گا۔ واللہ اعلم۔

(۶۵) اعمال مستحبہ کو ایسے موقعہ پر علانیہ کیا کریں جہاں امید ہو کہ لوگ ہماری اتباع کریں گے

جن اعمال مستحبہ کے اظہار کا ہم کو حکم نہیں دیا گیا ان کو ایسے موقعہ پر علانیہ کریں جہاں اس بات کی امید ہو کہ دوسرے لوگ ہماری اتباع کریں گے۔ کیونکہ شاید کوئی شخص ہماری طرح عمل کرلے تو ہمیں اس کے عمل کا ثواب بھی مل جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ ابومدین تلمسانیؒ اپنے متعلقین کو عبادات و کرامات کے ظاہر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ طاعات کو کھلم کھلا کیا کرو جیسا کہ اہل معاصی گناہ کھلے طور پر کرتے ہیں۔ بالخصوص ایسے موقعوں پر جہاں گناہ کیا جارہا ہو ضرور طاعات و کرامات کو ظاہر کرو۔ تم اس نیت سے اعمال کو ظاہر کرو کیونکہ اس میں شعائر دین کا اظہار

ہے۔ اور یہ بات دل سے نکال دو کہ اعمال صالحہ ہمیشہ چھپ کر کرنا ہی مستحب ہے۔ اور ان لوگوں کے قول پر نظر نہ کرو جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال کا اخفاء اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ دل میں عمل پر بھروسہ ہو اور بندہ یہ سمجھتا ہو کہ عمل کا فاعل میں ہوں اور اللہ تعالیٰ پر نظر نہ ہو۔ لہٰذا اس صورت میں اعمال کو ظاہر کرنے میں ریاء کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کو فاعل سمجھے اور اپنے اعمال پر نظر نہ کرے اور یہ نیت کرے کہ لوگ میری اقتداء کریں گے اور اس طرح دین کی عظمت ظاہر ہوگی تو یقیناً اظہار کو اخفاء پر ترجیح دی جائیگی۔

اور جہاں کوئی ہماری اتباع اور اقتداء کرنے والا نہ ہو وہاں اعمال صالحہ کا اخفاء ہی اولیٰ ہے۔ اور جہاں اقتداء کی جائے وہاں انبیاء علیہم السلام کی موافقت کرتے ہوئے اعمال صالحہ کا ظاہر کرنا مستحب ہے (کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنے اعمال کو اس لئے ظاہر کرتے تھے کہ ان کی اقتداء کی جائے)

(۲۲) بڑے درجے کے لوگوں کے پاس نشست و برخاست زیادہ نہ کریں

بڑے درجے کے لوگوں کے پاس نشست و برخاست زیادہ نہ کیا کریں، جیسے حضرات اولیائے کرام اور بڑے بڑے علماء اور صلحاء، اور ان کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا بھی نہ کھایا کریں، ہاں اگر دسترخوان عام ہو تو پھر مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان کے پاس نشست برخاست زیادہ کرنا ہمارے دل سے ان کی ہیبت و تعظیم کو کم کر دے گا اور ہماری شرم و لحاظ اٹھا دے گا جس کا انجام یہ ہوگا کہ ہم ان کے علم کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

(۶۷) علماء وصالحین کو عمدہ کپڑے پہنتے اور لذیذ غذائیں کھاتے دیکھ کر جلدی سے ان پر اعتراض نہ کیا کریں۔

علماء واسراء کو عمدہ کپڑے پہنتے اور لذیذ غذائیں کھاتے دیکھ کر جلدی سے ان پر اعتراض نہ کیا کریں۔ کیونکہ بعضے اسراء سلاطین کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سچے غلام ہیں جیسے کہ بعضے غلاموں کی صورت میں بادشاہ ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو عبدیت کا خلعت پہناتے ہیں تو اسے پہن کر وہ اس طرح نکلتا ہے کہ اپنے دل میں غلام ہوتا ہے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں آقا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سمجھ جاؤ اور بے سمجھے بوجھے کاملین پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرو۔

(۶۸) جب اپنے شیخ کو اس کے درجہ سے گرا ہوا دیکھیں تو شیخ سے اپنی عقیدت کو نہ بدلیں

جب اپنے شیخ کو اس کے درجہ اور مقام عالی سے گرا ہوا دیکھیں مثلاً اخیر شب میں بہت سونے لگا ہو یا ورع اور تقویٰ میں کمی کرنے لگا ہو وغیرہ وغیرہ تو شیخ سے اپنی عقیدت کو نہ بدلیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ولی کو غفلت وسہو کی حالت میں مبتلائے تقصیر کر دیتے ہیں پھر اسے غفلت سے بیداری عطا فرماتے ہیں تو اسے اپنے ان افعال پر تنبیہ ہوتی ہے جو غفلت کے زمانہ میں اس سے صادر ہوئے تھے۔ اس وقت وہ ان کا ایسا تدارک کرتا ہے جس سے ساری کمی پوری ہو جاتی ہے۔

اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مریدوں کی تربیت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے شیخ کے تنزل اور اس کے تدارک کو دیکھ کر سمجھ جائیں کہ زلات اور لغزشوں کے بھنور سے نکلنے کا یہ طریقہ ہے۔ پھر اگر ان کو بھی ایسا واقعہ پیش آئے گا جیسا شیخ کو پیش آیا

ہے تو وہ بصیرت کے ساتھ اس کا تدارک کر سکیں گے کیونکہ تمام مشائخ کو مقام ''انما انسی لیسن بی '' (میں بھولا نہیں بھلایا گیا ہوں) کی ہوا ضرور لگتی ہے۔

اور بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو نقائص وزلات میں مبتلا کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ رضا بالقضاء کے مقام میں صادق ہے یا ناقص ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو تغیر احوال سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا ہے یا جھوٹا تا کہ جب ان کو غفلت سے بیداری نصیب ہو تو شکر خداوندی بجا لائیں یا استغفار کریں۔ لہٰذا شیخ کے نقص اور تنزل کی حالت میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکتا کہ مشیت الٰہی اس کے متعلق کیا ہے کیونکہ اس کا علم تو انجام کے دیکھنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

لہٰذا ہمیں یہ نہ چاہیے کہ کسی شخص کے نقص و تنزل کے ساتھ ہی اپنا اعتقاد اس سے بدل دیں بلکہ اس حالت کا انجام دیکھنے تک برابر ہم کو اپنے اعتقاد پر جمار ہنا چاہیے۔ ممکن ہے وہ ان اولیاء کاملین میں سے ہو جن کو نقص و تنزل میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ ان کے کمال رضا بالقدر کو ظاہر کرنا چاہتے ہوں تا کہ وہ اپنے اس مقام پر مطلع ہو کر پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر کریں۔

صوفیہ کا مقولہ ہے ''زلات المقربین رفعة لمقامهم ''مقربین کی لغزشیں رفع درجات کے لئے ہوتی ہیں اور اس کی دلیل میں انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ درخت ممنوع کھانے کا بیان کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا برگزیدہ اور محبوب بنا لیا تھا۔ عزیز من! ایسا ہرگز نہ کرنا کہ اپنے شیخ کی حالت کو اپنے قیاس کرنے لگو ورنہ برباد ہو جاؤ گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مصیبت کو دونوں رخ سے دیکھا کریں

ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رخ دیکھا کریں۔ کسی

نعمت یا مصیبت کی محض ظاہری صورت کو نہ دیکھیں۔ کیونکہ بعض دفعہ مصیبتوں کی شکل میں نعمتیں آتی ہیں اور کبھی نعمتوں کی صورت میں بلائیں آجاتی ہیں۔

اگر ہم نعمتوں کے باطنی رخ کو دیکھیں گے تو ان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں گھرا ہوا پائیں گے۔ کم از کم ایک بلا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نعمت والے سے یہ مطالبہ فرماتے ہیں کہ اس نعمت کو کسی وقت بھی کسی مخلوق کی طرف منسوب نہ کرے کہ فلاں کی وجہ سے مجھ کو یہ نعمت ملی ۔ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے۔ نیز اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی مطالبہ فرماتے ہیں کہ نعمت کو انہی مواقع میں صرف کرے جہاں اللہ تعالیٰ اس کے صرف کو پسند فرماتے ہیں۔ نیز یہ مطالبہ بھی ہوتا ہے کہ نعمت کا شکر بجا لائے محض زبان ہی سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی۔ اب جو شخص نعمت میں ان بلاؤں کا مشاہدہ کرتا ہو وہ ان سے لذت حاصل کرنے کی فرصت کب پائے گا۔

اسی طرح اگر ہم تکلیفوں اور مصیبتوں کے باطن پر نظر کریں تو ان کا اپنے حق میں بہت بڑی نعمت ہونا معلوم ہوگا۔ کیونکہ ان سے ذلت و عاجزی پیدا ہوتی اور ہمارا بازو جھک جاتا اور سرکشی جاتی رہتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کلا ان الانسان لیطغیٰ . ان راہ استغنی (کچھ نہیں واقعی انسان سرکش بن جاتا ہے جب اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے) ان تکالیف و مصائب میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان سے درجے ملتے ہیں لیکن ان سے طاعات (عبادات) اور علوم و معارف میں عجب نہیں پیدا ہوتا۔

مصیبت سے انسان کی آزمائش اس وقت کی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دربار خداوندی کی طرف اس کو متوجہ نہ کرتی ہوں۔ جب نعمتیں اس کو خدا کی طرف متوجہ نہیں کرتیں تو اب اللہ تعالیٰ اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں وبلوناھم بالحسنات والسیات لعلھم یرجعون (اور ہم نے ان کو

راحتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا شاید اللہ کی طرف رجوع کریں) یعنی اول تو ان کو راحتوں اور نعمتوں میں رکھا جب ان سے رجوع نہ ہوئے تو مصائب و تکالیف میں مبتلا کر دیا۔

اور سیدی تاج الدین بن عطاء اللہ نے اس سے بھی زیادہ عجیب بات بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو گناہ ذلت و انکسار پیدا کر دے وہ اس طاعت سے بہتر ہے جو غرور و تکبر پیدا کرے۔

(۷۰) دنیا سے تصرف و کرامت کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے طالب ہر گز نہ ہوں

دنیا میں تصرف و کرامت کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے طالب ہر گز نہ ہوں۔ کیونکہ جس کو اس بات کی خواہش ہوتی ہے اس کا دین برباد ہو جاتا ہے اور عالم آخرت میں خالی ہاتھوں پہنچتا ہے مگر یہ کہ کوئی محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے بغیر اپنی خواہش کے ظاہر اور مشہور ہو گیا ہو جیسا اولیاء کاملین کو پیش آتا ہے۔ سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر اولیاء کاملین کو شہرت کی خواہش ہوتی تو ان کو کوئی بھی نہ پہچانتا۔

سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا میں درویش کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی پاخانہ میں بیٹھا ہو، اب اگر وہ آگے سے دروازہ بند کر لے گا تو پردہ کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لے گا اور ڈھکا مندا وہاں سے نکل جائے گا کہ کسی کی نظر اس کے عیبوں پر نہ پڑی ہوگی اور اگر دروازہ کھول کر بیٹھا تو اس کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے اور اس کے اندرونی جسم کا پردہ چاک ہو جائے گا اور جو کوئی دیکھے گا اس پر لعنت کرے گا۔

سیدی محمد غمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "ظہور اور شہرت کی طلب کمر توڑ دیتی ہے"۔ یاد رکھیں! اس کارخانہ دنیا میں کوئی ولی اور عالم ایسا نہیں جس کا دل شہرت سے

مکدر نہ ہوا ہو، وہ شہرت کے بعد اس صفائے قلب کے ایک ذرہ کو ڈھونڈتے اور ترستے ہیں جو شہرت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل میں پاتے تھے، مگر اب نہیں پاسکتے، اسی لئے تمام عارفین اپنے ابتدائی احوال کی طرف مشتاق ہوتے ہیں۔ اس کو خوب سمجھ لیں۔

(۷۱) شریعت کی آسانیوں پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں

شریعت کی رخصتوں (آسانیوں) پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں۔ اپنا ضعف ظاہر کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقام حاصل کرنے کے لئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے ہاتھوں سے رخصتوں کا ظاہر کرنا بھی محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''ان اللہ تعالیٰ یحب ان تو تی رخصہ کما یحب ان تو تی عزائمہ'' اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی یونہی پسند فرماتے ہیں جیسا اصلی احکام پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔

مگر رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس کی شرط کا لحاظ بھی ضروری ہے وہ شرط یہ ہے کہ اصلی حکم پر عمل کرنے میں سخت مشقت کا سامنا ہو تو اس وقت اس کام کے لئے تکلف نہ کیا جائے جس پر بدون سخت مشقت کے قدرت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جب تک عادۃً افضل کام پر آسانی سے قدرت ہو سکے اس وقت تک رخصتوں پر نہ اترنا چاہئ اور جب افضل میں دشواری ہو تو مشقت برداشت کر کے اسی پر اڑنا بھی نہ چاہیے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کی کمزوری اور عاجزی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں اور رحمت الٰہی اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔

(۷۱) جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں

جب کسی محفل وغیرہ میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں اور اس وقت یوں نہ کہیں کہ ہم تو سب سے کمتر ہیں یا لوگوں کی جوتیوں کی خاک ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں تلبیسات نفس میں شمار کی گئی ہیں اس قسم کی باتوں سے نفس کا منشایہ ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت کی خاموشی سے میرے متعلق یہ گمان نہ کریں کہ مجھے اپنی مدح سننے سے خوشی ہوئی ہے۔

اور اگر وہ خاموشی ہی اختیار کرلے تو اس میں مجاہدہ زیادہ ہے۔ جو شخص نفس سے مغلوب ہو اس کو تو ایسا ہی کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ پر فضل وکرم فرمایا ہو کہ نفس اس کے قبضہ میں اس طرح آگیا ہو جیسا گدھا سدھانے سے قابو میں آجاتا ہے اس کو اختیار ہے، چاہے جواب دے یا خاموش رہے۔

(۷۲) جو کوئی ہم سے آشنائی پیدا کرے اس کو طریق فقراء کا شوق اور ذکر اللہ کی ترغیب دیں۔

دنیا والوں میں جو کوئی ہم سے آشنائی اور ملاقات پیدا کرے تو ہم اس کو طریق فقراء کا شوق دلانے اور صبح وشام، رات دن اللہ عزوجل کے ذکر کی رغبت دلانے کی کوشش کریں۔ اگر وہ ان کاموں سے محبت ظاہر کرے اور ان کا پابند ہو جائے تو اس کو اپنا مقرب بنائیں اور اپنے اصحاب (مریدوں) میں سے شمار کریں اور اگر اس کو ان کاموں سے محبت نہ ہو یا ذکر اللہ وغیرہ کی مجلسوں میں ہمارے ساتھ بیٹھنا اس پر گراں ہو اور نیند وغیرہ کا بہانہ کرے تو ہم اس کو اپنے ملنے والوں میں شمار کریں اصحاب (مریدوں) میں شمار نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فان تابوا واقاموا الصلوۃ

و آتو الزکوۃ فاخوانکم فی الدین (اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں)

(۷۳) اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنادیں

اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنادیں، لہٰذا ہماری یہ کوشش کرنی چاہیے کہ دو شخصوں کے درمیان بھی دشمنی اور کینہ ہرگز باقی نہ رہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کے سامنے دوسرے کی خوبیاں بیان کیا کریں اور ایک دوسرے کے متعلق یہ خبر دیا کریں کہ وہ تو مجلسوں میں تمہاری خوبیاں ظاہر کرتا ہے۔ نیز لوگوں کو اس کی تاکید کریں کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کریں۔

و اخر دعونا ان الحمدلله رب العلمین